OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 6, Issue 1 (January-March 2023)

عصر حاضر میں مکالمہ بین المذاہب کے اصول و آداب: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

Principles and Etiquette of Interfaith Dialogue in Contemporary Times: A Study in the Light of Islamic Teachings

Hafiz Muhammad Juned Zafar

M.Phil. Islamic Thought & Civilization University of Management and Technology, Sialkot

Sana Tabbasum

M.Phil Scholar GC Women University, Sialkot

Dr. Asjad Ali

Assistant Professor, Department: Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Abstract

Interfaith correction means dialogue between different religions, different faiths, and different systems of theology. The need for interfaith dialogue is greater than ever. Islam is the guarantor of peace and security. Therefore, Islam believes in the formation of a peaceful society. Due to differences in religion and faith, human society can never maintain peace and order. Because each group considers itself to be right and other religions to be wrong according to its own opinion. Harmony with the followers of other religions begins with dialogue aimed at reconciliation and the establishment of a peaceful society at the end. The purpose of interfaith is not only to

CC BY

recognize each other's existence but also to respect each other's views by sticking to differences and Islam is the religion of respect for humanity.

Keyword: Interfaith, religions, dialogue, peaceful society, establishment

تمہید

مکالمہ بین المذاہب کی اصلاح کا مطلب مختلف مذاہب، مختلف عقائد اور مختلف نظام ہائے الہیات کے درمیان بات چیت کرنا ہے در حقیقت باہمی مکالمہ دعوت کا ایسا اسلوب ہے جس کے ذریعے مخاطب کو زیادہ گیرائی اور سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت پہلے کی نسبت زیادہ بھر گئی ہے اسلام امن و سلامتی کا ضامن ہے لہذا اسلام ایک پر امن معاشرے کی تشکیل کا قائل ہے دین و مذہب میں اختلافات کے باعث انسانی معاشرہ کبھی بھی امن و امان کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ ہر گروہ اپنے زعم کے مطابق اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے مذاہب کو غلط تصور کرتا ہے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ہم آہنگی کی ابتداء مکالمہ سے ہوتی ہے جس کا مقصد مفاہمت اور آخری نتیجہ پر امن معاشرے کا قیام ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں مکالمہ بین المذاہب کا مقصد نہ صرف ایک دوسرے کے وجود کو تسلیم کرنا ہے بلکہ اختلافات پر قائم رہ کر ایک دوسرے کے نظریات کا احترام کرنا ہے اور اسلام احترام انسانیت کا دین ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: " وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ۔[1] (اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی) " اور دوسری جگہ فرمایا: "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔[2] (بے شک ہم نے انسان کو بہترین تخلیق سے نوازا)" لیکن موجودہ دور میں انسانیت کو بری طرح روندا جا رہا ہے حکومتیں اور ریاستیں اپنی جائز اور ناجائز خواہشات کے ایسے محور میں گھوم رہی ہیں جس میں وہ انسانی عصمت و تکریم کو پامال کر رہے ہیں لہذا بین المذاہب مکالموں کے ذریعے انسانی تکریم اور حقوق کی پامالی کو روک کر اس کے تحفظ کو یقینی بنانے کی اجتماعی کوشش کی جا سکتی ہیں۔ اسلام نے دوسرے مذاہب کے ساتھ جینے کا طریقہ سکھایا اور اپنے لیے اور غیروں کے لیے فضا کو پر امن بنایا ان کے ساتھ مکالمات بھی ہوئے اور معاہدات بھی ہوئے۔ مدلل گفتگو اور بھرپور حکمت عملی اختیار کر کے اپنے لیے اور غیروں کے لیے فضا کو پر امن بنایا اسلام ایک دین فطرت ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ دین ہے ارشاد باری تعالی ہے: "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔[3] (اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔)" لیکن پسندیدہ ہونے کے باوجود اسلام نے مکالمے کی طرف رغبت دلائی ہے اسلام میں مکالمے کا مقصد دیگر مذاہب کے سامنے اصولوں کو واضح کرنا ہے اور دیگر مذاہب کے سامنے اسلام کی دعوت کو پیش کرنا ہے اسلام اصل میں دین دعوت ہے اور کی ترویج و اشاعت کا تمام انحصار دعوت و تبلیغ اور باہمی مکالمے پر ہے اس لیے ایک سچے مسلمان اور داعی کی حیثیت سے ہمارے لیے بین المذاہب مکالمہ کی ضرورت

واہمیت کو تسلیم کرنا ہے کیونکہ باہمی مکالمہ اور امن وامان کا ماحول اسلام اور دنیا کی ضرورت ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ جب بھی دلائل کی بنیاد پر گفتگو ہو گی تو میدان ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے ہاتھ میں ہو گا کیونکہ حق ازل سے ابد تک باطل پر غالب رہے گا۔

مکالمہ کا لغوی معنی

گفتگو، زبانی سوال جواب، ہم کلامی، ناٹک، ڈرامہ [4] لفظ مکالمہ مذکر ہے اور اس کی جمع مکالمات ہے۔ مکالمہ پیش م، زبر ل ل، زبر م ،امذع، دو یا زیادہ افراد کے درمیان ہونے والی گفتگو، دو اشخاص کی باہمی بات چیت، ہم کلامی۔ [5] مکالمہ کے لیے انگریزی میں dialogue کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی زبان میں مکالمہ کے لیے محارۃ، محارثہ، مناظرہ، الجدل اور حوار وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیکن مکالمہ کے لیے جو لفظ زیادہ استعمال کیا جاتا ہے وہ حوار ہے حوار حاور یحاور ہ ثلاثی مزید فیہ باب مفاعلہ سے ہے جس کا معنی ہے سوال کرنا، مجاحثہ باہم گفتگو کرنا، علمائے لغت نے الحوار میں حاء کے نیچے زیر کے ساتھ اس کے معنی خاص موضوع پر مکالمے کے بھی کیے ہیں۔ [6] "حوار" عربی زیان کی ایک معروف اور رائج الوقت اصطلاح ہے حوار کے متعلق ابن منظور افریقی لکھتے ہیں :"الحور:الرجوع عن الشیءوالیالشیءوعنھ حوارا ومحاراومحارۃوحواراَ:رجع عنه والیه حاریحورحواراوحوورارجع۔[7] (الحور: ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف رجوع کرنا، اور کوشش کرنا دوسری چیز کی طرف اوراسی سے لفظِ حور ہے باہم بات کرنا، بات چیت، بات چیت کرنا، لوٹنا اس سے اور دوسرے کی طرف چلا گیا، لوٹا، لوٹتا ہے، لوٹنا، لوٹنا، یعنی کہ وہ لوٹا ۔) قرآن کریم میں "حور" لفظ لوٹنے، پلٹنے اور رجوع کرنے کے مفہوم میں آیا ہے۔"اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ۔ [8] (اس نے گمان کیا کہ اسے ہر گز لوٹنا نہیں ہے) قاموس المحیط میں ہے: " والمحاورۃ والمحورۃ الجواب ،الحویر والحوار ،ویکسر،والحیرۃ والحویرۃ ومراجعةالنطق وتحاوروا تراجعو الکلام۔[9] (محاورہ، محورۃ، حویر اور حوار (زیر کے ساتھ) کا معنی ہے جواب دینا۔ اور حیرہ اور حویرہ سے مراد ہے نطق کو لوٹانا اور تحاورہ سے مراد باہمی کلام کرنا۔)" حوار کے متعلق ابن فارس نے لکھتے ہیں:" (حور)اَن الحاء والواووالراءثلاثةاصول احدھالون والاخرالرّجوع والثالث ان یرور اءلشیءدورًا۔[10] (حور(ح و ر) میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں ۱: رجوع مراجعۃ الکلام اور ۲:: ایک چیز ایک کی طرف اور پھر دوسرے کی طرف لوٹائی جائے۔)" گویاحاور سے مراد ایسی گفتگو ہے جو بطور سوال جواب ہو اور کسی بات کا جواب سننے والے کو سوچ سمجھ کر دینا پڑے ایسی گفتگو عموماَ طویل ہوتی ہے اس سے لفظ محاورہ مشتق ہے جس سے یہ ہے کہ وہ بات سوچ سمجھ کہی گی ہو اور زبان زد بھی ہو۔ [11]

قرآنِ کریم کی روشنی میں

قرآنِ کریم میں تین مقامات پر حوار کا لفظ باہمی گفتگو، بحث و مباحثہ، سوال و جواب کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:" وَّكَانَ لَهٗ ثَمَــرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔[12] (اس نے اپنے ساتھی سے بحث و مباحثہ کے دوران کہا، کہ میں دولت کے لحاظ سے تم سے زیادہ ہوں اور نفری کے لحاظ سے طاقت ور ہوں۔)" اسی طرح فرمایا:"﴿قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا۔[13] (اس کے ساتھی نے اسے بحث و مباحثہ کے دوران کہا، کیا تو اِنکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے پیدا فرمایا مٹی سے، پھر نطفہ سے پھر بنا سنوار کر تجھے مرد بنایا۔) " اور سورہ مجادلہ میں فرمایا:"﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ڰ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔[14] (بے شک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔)" ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم میں لفظ "حوار" کلام کو لوٹانے کے لیے استعمال ہوا ہے حوار سے مراد طرفین کا آپس میں مکالمہ کرنا، گفتگو کرنا ہے اور "محاورۃ" ایسی گفتگو کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا جھگڑا نہ ہو۔

احادیث رسول کی روشنی میں

احادیث میں حوار کا لفظ رجوع کے کرنے لوٹنے اور پلٹنے کے میں بار بار آیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعہ پر فرمایا:"ومن دعا رجلا بالكفراو قال :عدواللہ ولیس كذ لک الا حار علیہ۔[15] (اور جس نے کسی آدمی کو کافر یا اللہ کا دشمن کیا اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو وہ کلمہ اسی (کہنے والے) کی طرف لوٹ جائے گا۔)" ایک دوسری حدیث میں اس لفظ کا استعمال یوں ہوا ہے کہ:"کان النبی اذ سافریتعوزمنو عثاءالسفروکانۃ المنقلب ،الحور بعدالکور ،وعوۃالمظلوم،سوءالمنظر فی الاھل والمال۔[16] (رسولِ کریم جب سفر کو روانہ ہوتے تو فرماتے اے اللہ ہم سفر کی مشقت، منزل واپسی کی برائی، خوشحالی کے بعد تنگ حالی، مظلوم کی بد دُعا اور اہل وعیال اور مال میں خرابی سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔)" حور بعد الکور کا معنی خوشحالی کے بعد تنگی کے لوٹ آنے کے جس سے آنحضور نے پناہ مانگی ہے ان احادیث میں تمام مقامات پر مادہ حور سے مشتق الفاظ رجوع کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں اسی سے حوار اور محاورہ ہے جس کے معنی کلام کو لوٹانے کے ہیں۔

مکالمہ کی اصطلاحی تعریف

مکالمہ سے مراد ایسی گفتگو جو دو یا زیادہ افراد کے درمیان ہوتی ہے یہ گفتگو سوالا جوابا ہوتی ہے دونوں فریق ایک دوسرے کی بات کو توجہ سے سنتے ہیں مکالمہ کے زریعے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے مکالمہ ہر قسم کے تعصب سے پاک ہوتا ہے۔ المعجم الوسیط نے حوار کا یہ مفہوم بیان کیا ہے:"حدیث یجری بین شخصین او اکثر فی العمل القصصي اوبين

ممثلین او اکثر المسرح۔[17](مکالمہ سے مراد وہ گفتگو ہے جو دوران مکالمہ دو یا زیادہ سے زیادہ افراد کے درمیان یا اسٹیج ڈرامیں و اداکاروں کے درمیان چلتی ہے۔)"اسی طرح ڈاکٹر سلیمان بن عبد اللہ مکالمہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:"مراجعة الكلام ،وتداولهـ بين طرفين،او اكثر وذلک لمعالجة قضية من قضية من قضايا العلم،ولمعرفت باسلوب متكافی يغلب عليهـ طابع الهدوء والبعد عن الخصومة۔[18](مراجعۃ الکلام (یعنی کلام کا واقع ہونا ہے) یہ دو لوگوں یا اکثر کے درمیان گفتگو ہوتی ہے اہم معاملات میں علمی گفتگو کرنے کے لیے یا اصل مسئلہ کا پتا چلانے کے لیے اور اختلافات (جھگڑے) کو دور کرنے کے لیے مکالمہ کیا جائے۔)"بسام داؤد لکھتا ہے کہ:"انها محادث بين شخصين او فريقين،حول موضوع محدّد،لكلّ منهما وجهة نظرخاصة بهـ هدفها الوصول الى الحقيقة،او الى آكبرقدرممكن من تطابق وجحات النظر،بعيداً عن الخصومةاو التّعصُب، بطريقة تعتمد على الولم والعقل، مع استعداد كلا الطّرفين لقبول الحقيقة،ولوظهرت على يد الطّرف الاخر۔[19](یہ دو آدمیوں یا دو فریقوں کے درمیان بات چیت ہے سارے موضوع کے درمیان ایک محدود دائرے کے اندر ان میں سے ہر ایک کے اندر غور کی ضرورت ہے خاص کر اس کا ہدف حقیقت تک رسائی ہے۔یا بڑی قدر اس کی جس کے اندر ممکن ہو کہ مطابقت کی جائے غور و فکر کی ضرورت ہے خاص کر اس کا ہدف (کلام کی) حقیقت تک رسائی ہے یا بڑی قدر اس کی کہ غور و فکر کی جتنی جہات ہیں اس کے اندر ممکن ہو مطابقت کی جائے اور جھگڑے یا تنگ نظری سے دور رہتے ہوئے اس طریقے کے ساتھ جس پر اعتماد کیا جائے علم اور عقل پر۔اور دونوں طرفین میں یہ صلاحیت موجود ہو کہ وہ حقیقت کو قبول کر لیں اگرچہ دوسری طرف کو غلبہ ہی کیوں یہ مل جائے۔)" ان تمام تعریفات کو مد نظر رکھتے ہوئے مکالمہ سے مراد یہ کہ طرفین (دو یا زیادہ) افراد کا آپس میں گفتگو کرنا ہے یہ گفتگو بطور سوال جواب ہوتی ہے اس میں دونوں فریقین ایک دوسرے کی بات کو سنتے اور سمجھتے ہیں مسائل کا پتہ چلایا جاتا ہے اور مکالمے کے ذریعے ان مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے شبہات کو دور کیا جاتا ہے فاسد بات کو رد کیا جاتا ہے اور اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور مکالمہ ہر قسم کے تعصّب اور تنگ نظری سے پاک ہوتا ہے مکالمے کا مقصد عقل اور علم کے ذریعے حقیقت تک رسائی ہوتا ہے اور دونوں فریقین میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ حقیقت کو قبول کریں اگرچہ غلبہ دوسرے فریق کو ہی کیوں نہ مل جائے۔

مکالمہ بین المذاہب کا مفہوم

یوسف الحسن لکھتے ہیں کہ:هوان يتبادل المتحاورون اهل ديانتين الافكار والحائق والمعلومات والخبراث التى تزيد من معرفة كل فريق بالاخر بطريقة موضوعية ما قد يكون بينحما تلاق اق اختلاف ،مع احتفاظ كل طرف بمعتقداتهـ فی جو من الاحترام المتبادل والمعاملة بالتی

ھی احسن بعیدا عن نوازع التشکیک ومقاصد التجریح،وغایۃ الحوارھی اشاعۃ المودۃوروح المس المۃ والتفاھم والوئام والتعاون فیما یقع التوافق فیھ من اعمال النفع العام للبشریۃ۔[20](وہ یہ ہے کہ دو ادیان / مذاہب کے ماننے والوں کا تبادلہ خیال ہو سوچ، نظریے، حقائق، معلومات اور ان خبروں کا جن کے ذریعے مزید معرفت آجاتی ہے ہر فریق کو دوسرے کی، ایسے طریقے پر کہ اس وضع کردہ طریقے پر جو کبھی ان کے درمیان اتفاقی اور کبھی اختلافی ہوتی ہر فریق کے اپنے اعتقاد کی حفاظت کرنے کے ساتھ متبادل احترام کی فضائیں اور اس معاملے کے ساتھ جو عمدہ اور اچھا ہو جرح کے مقاصد اور شک میں ڈالنے کے اسباب واقسام سے دور ہو اور گفتگو کا نتیجہ محبت کی ترویج، دردِدل کے احساس، ایک دوسرے کو سمجھانے بجھانے اور ان باتوں جن پر اتفاق ممکن ہو ان میں تعاون کے ساتھ عام انسانیت کے نفع کی رسائی ہو۔)

مکالمہ کی اہمیت قرآن کی روشنی میں

مکالمہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے یہ حقیقت کافی ہے کہ قرآن کریم میں بے شمار مکالمات محفوظ کیے گئے ہیں قرآن کریم سے ہی ہمیں پتا چلتا ہے کہ انبیاء نے اپنی دعوت کا آغاز مکالمات سے کیا قرآن کریم میں نہ صرف سابقہ اقوام کے مکالمات کو نہ صرف بیان کیا گیا بلکہ مکالمہ اصول و آداب بھی بیان کیے گئے۔ جیسے اللہ رب العزت نے فرمایا:"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ۔[21](اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ سے بلائے، اور ان سے بحث بھی کرو تو پسندیدہ طریقہ سے کرو۔)"

مکالمہ کی ابتداء

اللہ تعالی نے جب تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم سلام کی تخلیق فرمائی آدم کے بارے میں للہ تعالی اور فرشتوں کے درمیان مکالمہ ہوا۔ اللہ رب العزت نے فرشتوں سے فرمایا:"وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ۔ قَالَ اِنِّیٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔[22] (اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا، ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے اور ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔)" اسی طرح مکالمہ کی ابتداء خود اللہ تعالی نے کی قرآن کریم میں سیکڑوں مقامات پر الٰہی مکالمات کی مثالیں ملتی ہیں کبھی فرشتوں کے ساتھ، کبھی حضرت آدم اور ابلیس کے ساتھ، کبھی انبیاء کے ساتھ اور کبھی مخلوق کے ساتھ مکالمات کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن کریم میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام بنی نوع انسانوں سے مکالمہ کیا مومنین سے مکالمہ کے لیے " **یا یھا الذین امنو** " کہہ کر پکارا گیا تمام بنی نوع انسانوں کو **یا یھاالناس** اور یہود و نصاری کو **یا اھل الکتاب** کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

مکالمہ بین المذاہب بنیاد قرآن کریم نے رکھی

قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال قبل مکالمہ بین المذاہب کی بنیاد رکھی اور اہل کتاب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔[23] (کہہ دو کہ: اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاو جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں، اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو ربّ نہ بنالیں پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں ۔) اس آیت کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:'' یعنی ایسے عقیدے پر ہم سے اتفاق کرلو جس پر ہم بھی ایمان لاتے ہیں اور جس کے صحیح نہ ہونے سے تم بھی انکار نہیں کر سکتے تمہارے اپنے انبیاء سے یہی عقیدے منقول ہے تمہاری اپنی کتب مقدسہ میں اسی کی تعلیم موجود ہے۔[24] '' قرآن مجید کی اس دعوت کو اووقت تو قابل قبول نہ وسمجھا گیا لیکن آج کے جدید دور میں اس کی ضرورت واہمیت کھل کر سامنے آگئی اور اہل کتاب بھی اس دعوت کی طرف مائل نظر آتے ہیں چنانچہ 1976 میں امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا گیا جس کا عنوان تھا۔

Christianity and Islam Foundation for dialogue between Judaism[25]

اس مقالہ میں واضح کیا گیا کہ سیدنا ابراہیم کی شخصیت مرکزی مقام کی حامل ہے تینوں مذاہب یہودیت، اور اسلام مل کر ایک دوسرے کے مسائل سن کر لائحہ عمل تیار کرسکتے ہیں۔

اسلام امن وامان کی طرف مائل

قرآن کریم میں مکالمہ صلح اور امن وامان کی اتنی اہمت ہے کہ اگر جنگ کے دوران یا جنگ سے پہلے اگر کفار صلح کی طرف راغب ہو تو اللہ تعالی فرماتے ہیں:''وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔[26] (اگر وہ صلح کی مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے تیار ہو جاو اور اللہ پر بھروسہ رکھو یقیناوہ بہ سننے والا جاننے والا ہے۔)''اس آیت کی تفسیر میں امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ:''اس آیت میں اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ترغیب دی ہے کہ اگر کسی مرحلہ میں قریش صلح کے خواہاں ہوں تو ان سے صلح کرلی اظہار کیا تھا اس کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ کوئی مصالحت نیک نیتی سے کریں بلکہ اندیشہ تھا کہ شرارت کرنے اور دھوکہ دینے ہی کے لیے کریں گے اس وجہ سے ان پر اعتماد کرنے کا مسلہ بڑا مشکل تھا۔ تاہم چونکہ اجتماعی اصول عدل اسی بات کا متقضی تھا کہ حریف کی صلح کی پیشکش ٹھکرائی نہ جائے اس وجہ سے آنحضرت کو ہدایت ہوئی کہ اس کے اندیشے کے باوجود مصالحت قبول کرلینا اور اللہ پر بھروسا رکھنا، اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔[27]''اسلام کی دعوت ہمیشہ یہی رہی ہے کہ یہ تمام مذاہب کو دلائل کی بنیاد پر مکالمہ کی دعوت دیتا ہے اور تمام مذاہب سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے پر زور دیتا ہے تا کہ مخالفین کے پاس جواز کی گنجائش باقی نہ رہے کہ یہ دین شاید زور

پر اپنی بات منوانا چاہتا ہے جیسا کہ مشرکین سے کیے ہوئے وعدوں کی پاسداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: "اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔـا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّـوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔[28] (مگر مشرکوں میں سے جن لوگوں نے تم سے معاہدہ کیا، پھر انہوں نے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف انہوں نے کسی کی مدد بھی نہیں کی تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔)" اسی طرح اسلام مکالمے، امن اور صلح کو اپنی اول ترجیح قرار دیتا ہے اور ہمیشہ صلح کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مکالمہ بین المذاہب کی اہمیت سیرت نبوی کی روشنی میں

سیرت نبوی کی روشنی میں مکالمہ بین المذاہب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں مختلف گروہوں سے مکالمہ کیا مکہ میں مشرکین سے مکالمہ کیا، مدینہ میں جب اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو وہاں کے یہود قبائل سے نہ صرف مکالمہ کیا بلکہ مکالمہ سے بڑھ کر معاہدہ کیا جیسے "میثاق مدینہ" کہا جاتا ہے اور ایک پر امن معاشرے کی تشکیل کا آغاز کیا اور میثاق مدینہ کے زریعے اس بات کو ثابت کیا کہ مکالمہ اور معاہدہ کے زریعے دنیا کا کوئی بھی خطہ پر امن بقائے باہمی میں ڈھل سکتا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات طیبہ میں نجران کے عیسائیوں سے بھی گفت شنید کا موقع ملا، گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں بات چیت، مکالمے اور معاہدے بھی کیے اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ جب بھی جنگ یا امن کے درمیان اختیار ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امن کا راستہ اپنایا یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ 6ھ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ پر امن کو ترجیح دی صحابہ اکرام کے ا حتجاج کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ نہیں کی یہی چیز ہے جو ہمیشہ سے اسلام کا طرز امتیاز رہی ہے اور یہ وہ چیز ہے جو مکالمہ بین المذاہب کے لیے بہت ضروری ہے، یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نور بصیرت ہی تو تھی جو جانتے تھے کہ امن کی صورت میں جب اسلامی اور مشرکانہ تہذیب کے آزادانہ ماحول میں مکالمہ ہو گا تو قریش اور دیگر قبائل کو مسلمانوں کو سمجھنے میں مدد ملی گی اس کا نتیجہ یہ فتح مکہ 8 ہجری تک کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔اسی طرح رسول ﷺ نے معاشرتی امن و امان اور دعوت الی کے لیے بہت سے اقدامات اور معاہدات بھی کیے جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں۔

مکالمہ کے اصول و آداب

عصر حاضر میں مکالمہ بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے مکالمہ یعنی گفتگو کے اصول و آداب کا جاننا بہت ضروری ہے اسلام نے مکالمے کے جو اصول و آداب بیان کیے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مکالمہ بین المذاہب کا طریقہ کار

مذاہب عالم میں صرف اسلام واحد مذہب ہے جس نے نہ صرف عالمگیر سطح پر پر دعوت و تبلیغ کا حکم دیا گیا بلکہ ہے دوسری تہذیبوں قوموں اور افراد کے ساتھ گفتگو اور مکالمہ کے باقاعدہ اصول بھی بیان کیے قرآن مجید نے ایک داعی کے لئے لیے مکالمے کے جو اصول اور طریقے کے بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں:"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔[29](اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ سے بلائے، اور ان سے بحث بھی کرو تو پسندیدہ طریقہ سے کرو۔)" نبی کریم نے ان اصولوں کو دنیا کے سامنے عملی جامہ پہنایا یا جیسے کہ آپ نے مختلف مذاہب اور لوگوں سے مکالمہ فرمایا اور مختلف معاہدات بھی کیے، اسلام کی یہی خصوصیت ہے کہ اسلام ایک ایسی انفرادیت ہے جو تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب سے منفرد کرتی ہے۔ بقول سید سلیمان ندویؒ کہ:"یہ نکتہ کے کس طرح لوگوں کو سچائی قبول کرنے کی دعوت دینی چاہیے دنیا میں پہلی دفعہ رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے ادا ہوا وہ مذہب بھی جو الہامی اور تبلیغی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے صحیفوں نے ان کے لیے تبلیغ کے اہم اصول کی تشریح کی ہے لیکن صحیفہ محمدی نے نہایت اختصار لیکن پوری تشریح کے ساتھ پیرووں کو بتایا ہے کہ پیغام کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان کو قبول حق کی دعوت کس طرح دی جائے۔[30]"

احسن انداز میں مجادلہ

اسلام نے مسلمانوں کو اہل کتاب کے ساتھ مہذب طریقے سے بحث و مباحثہ کرنے کی تلقین کی ہے یعنی ان سے ایسے طریقے سے مجادلہ کیا جائے جس میں مضبوط دلائل اور پختہ براہین ہوں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔[31](اور اہل کتاب کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو۔)" عمدہ طریقے سے مراد وہ طریقہ جو احسن ہو جو بہترین ہو یعنی لہجے میں نرمی ہو گفتگو آہستہ اور ٹھہر کے کی جائے تاکہ سننے والے تمام افراد گفتگو کو آسانی سے سمجھ سکے نبی کریم ﷺ جب بھی گفتگو کرتے تو ایک بات کو تین بار دہراتے تاکہ سامعین گفتگو کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ جب ایک فریق بات کر رہا ہو تو اس کی بات کو کاٹ کر اپنی بات نہیں کرنی چاہیے بلکہ جب اس بات مکمل ہو جائے تو اپنی بات کی جائے تلفظ درست ہو اور بات کو بہترین انداز سے بیان کیا جائے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے فرمایا:" وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ۔[32] (اور ان سے ایسے طریقے سے مباحثہ کریں جو بہترین ہو بلاشبہ آپ کا پروردگار اسے بھی جانتا جو اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہ راہ راست پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔)" ان آیات میں میں اللہ سبحانہ و تعالی نے حکم دیا ہے کہ کافروں کی بد اخلاقی کے مقابلے میں بھی نرمی سے کام لیا جائے اگر وہ غضب ناک ہو جائیں تو تم تحمل سے کام لو کیونکہ مجادلہ خیر خواہی اور حسن خطاب کے ساتھ ہونا چاہیے چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:"اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ

حَمِيْمٌ۔[33] (آپ اس طریقے سے دفاع کریں جس سے آپ اور آپ کے ساتھ عداوت کرنے والے کے درمیان دوستانہ تعلق بن جائے۔)"

اسلام کی حقانیت کی بارے میں اگاہ کیا جائے

اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ وہی مذہب ہے جس کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے کی ہے وہی مذہب ہے جس کی ابتداء انبیاء میں سے حضرت آدم علیہ اسلام نے کی اور جس کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوا جیسا کہ فرمایا:" اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰي نُوْحٍ وَّالنَّـبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِــيْمًا۔[34] (یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اُن کی اولاد پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی۔ اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کئے اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا۔)" بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اسلام خاص لوگوں کے ماننے والوں کا مذہب ہے اور اس مذہب کے ماننے دنیا میں اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں اسی سوچ کی وجہ سے اسلام وفوبیا کی تحریکیں نکلی ہیں یہ غیر مسلم اسلام سے خوف زدہ ہیں مسلمانوں کے خلاف تعصب کا شکار ہیں اسی لیے مسلمانوں کو ان کی مذہبی تعلیمات پر کرنے سے روکا جارہا ہے مغربی ممالک مسلمان عورتوں کو حجاب کرنے سے روکا جارہا ہے مسلم مردوں کو ڈاڑھی رکھنے پر پابندی عائد ہے اور اسی طرح ہندوستان میں مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے جیسی معمولی باتوں پر قتل وغارت گری اور شدت پسندی کا نشانہ بنایا جارہا ہے حالانکہ تمام مذاہب اور قبائل کے افراد اگر وسعت نظری کے ساتھ دیکھیں تو ان کو معلوم کہ اصل مذہب اسلام ہی ہے اسلام ہی کامل دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا فرمایا:"وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ۔[35] (اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر میت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔)" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو دین اسلام کے راستے پر چلو اور دوسرے گمراہ کن راستوں کو چھوڑ وہ راستے تم کو خدا کے راستے سے جدا کرکے گمراہی کی طرف لے جائے گے۔

مشترکہ عقائد پر اتفاق

اسلام ہم آہنگی اور رواداوی کا اس قدر قائل ہے کہ دیگر اختلافات کو چھوڑ کر تمام الہامی مذاہب کو رب کی اطاعت کے حوالے سے جو مشترک قدر ہے اس پر متفق ہو جائے کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور یہ تصور دیتا

ہے کہ اس نقطہ کے حوالے سے ہم ایک ہیں۔ اس نقطہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے:"قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْـًٔـا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔[36] (کہہ دو کہ: اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاو جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں، اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو ربّ نہ بنالیں پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔)" اس آیت میں اہل کتاب کو مخاطب کر کے انھیں "کلمہ سواء" کی طرف دعوت ہے یعنی ایسی بات جو حق ہے اور سب کے رمیان مشترک ہے اس سے مراد تو حقیقت میں تمام انبیاء کی بنیادی دعوت ہے۔ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ:"وھو الکلمة العارلتھ المستقمة التی لیس قیھا میل عن الحق۔[37] (اس سے مراد وہ بات ہے جو عدل پر مبنی اور سیدھی ہے جس میں ذرا بھی انحراف نہیں ہے۔)" اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:"ھذا الخطاب یعم اھل الکتاب من الیھود او النصاری ومن جوی مجراھم ......(اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْـًٔـا) لاوثنا، ولا صنما، ولا صلیبا،ولا طاغوتا،ولا نارا، رلا شیا،بل نفرد العبادة اللھ وحدہ لا شریک لہ وھذا رعوة جمیع الرسل۔[38] (یہ خطاب عام ہے ان تمام لوگوں کے لیے جنہیں کتاب دی گئی ابھی مثلاً یہود نصاریٰ اور ان جیسے سے دوسرے لوگ انہیں خطاب کر کے کہا گیا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں نہ مٹی پتھر کے بت کو، نہ صلیب کو، نہ آگ کو، نہ کسی اور چیز کو بلکہ ہم صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں یہی تمام رسولوں کی دعوت تھی۔)"

حقیقت کا ادراک بذریعہ مکالمہ

مکالمہ بین المذاہب کا بنیادی مقصد مشترکہ امور پر اتفاق کے ساتھ ساتھ حصول حق کی بھی کوشش کی جائے مذاہب کو حق کی طرف راغب کیا جائے اگر کس نقطہ میں ابہام ہو تو اس میں حق کو تلاش کیا جائے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:"التعاون علی طلب الحق من الدین ویکن لھ شروط وعلامات ان یکون طلب الحق کناشد ضالة یفرق بین ان تظھر البنالة علی یراہ وعلی ید من یعاونھ ویری رفیقھ معنا معینا الا خصما ویشکرہ اذ عرفھ الخطا و اظھرہ لھ الحق۔[39] (حق پر تعاون مانگنا دین ہے اور اس کی شرائط وعلامات ہیں حق کی تلاش بھی ویسے ہی ہونی جیسے کسی گمشدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے گم شدہ چیز کبھی اپنی کوشش سے اور کبھی اپنے دوست کی کوشش سے سے مل جاتی ہے ہے یہی معاملہ حق کا بھی ہے جس دوست کے سبب یہ راستہ مل جائے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے ثواب اختیار کر لینی چاہیے۔)" یعنی حق کی تلاش میں اپنی پوری کوشش کرنی چاہیے اور مکالمہ بین المذاہب کا بنیادی اور اہم مقصد ہی یہ ہے اور ہونا چاہیے کہ مکالمہ کے دوران حق کو تلاش کیا جائے اور فضول اور بے جا گفتگو سے اجتناب کیا جائے۔

غیر مسلموں سے روابط کی حد

اسلام نے غیر مسلموں کی خیر خواہی کے لیے انہیں اسلام کی حقانیت پر دلائل دینے کی تلقین کی ہے لیکن مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مکالمہ بین المذاہب کے عمل میں اس حد تک نہ چلا جائے کہ اپنے ساجی، سیاسی، معاشرتی، عسکری اور اور قومی رازوں سے غیر مسلموں کو آگاہ کرتا رہے کفار کی مسلمانوں سے عداوت کی وجہ سے اسلام مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ دلی دوست ایمان والوں کے سواء کسی دوسرے کو نہ بنائے۔ کفار سے ایسی دوستی قطعاً جائز نہیں جس کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچے گے کا اندیشہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔[40] (اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ۔ (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے وہ چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو، ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کر دیں ۔)" مکالمہ بین المذاہب کی شرعی حدود یہ ہے کہ جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لفظ بڑھے جنگاؤں اور ان کو نقصان پہنچا رہے ہو ہو اسلام ایسے لوگوں کے کے ساتھ دوستی اور تعلقات کی اجازت نہیں دیتا غیر مسلموں سے ایک خاص دائرہ میں رہتے ہوئے تعلقات رکھنے کی اجازت ہے۔[41]

خواہشات پر مبنی عقائد و نظریات سے اجتناب

انسان خواجس بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہوں ہو اس کے کی گمراہی کی وجوہات میں میں ایک بڑی وجہ انسان کے اپنے نفس کی پیروی ہے کیونکہ جب وہ اپنے نفس کے پیچھے لگ جاتا ہے تو وہ صحیح اور غلط کی تمیز کو بھول جاتا ہے اور جو اس کا نفس کہتا ہے وہی کرتا ہے ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:"وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔[42] (اور بلاشبہ اُن میں یقیناً ایک گروہ وہ ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔)" اس آیت میں اللہ تعالی نے اہل کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اہل کتاب جان بوجھ کر اللہ کی کتاب کو مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور اپنی کہی ہوئی باتوں کو اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں ایسے لوگ حقیقت گمراہ ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا:" مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ ۔[43] (اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے۔)" یعنی سچ کو جانتے ہوئے جان بوجھ اپنے

نفس کی پیروی کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی پیروی کرنا اور پھر اپنی کہی ہوئی باتوں کو اللہ تعالی کی جانب منسوب کرنا یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ جھوٹی باتوں کو اللہ جانب منسوب کونا ہے اور لوگوں کو بھی دھوکہ دینا ہے۔

معاہدات کی پابندی

معاہدات کسی دو افراد، دو ملکوں، دو مذہبوں کے درمیان اہم کردار ادا کرتا ہے مکالمہ بین المذاہب کے دوران ہونے والے معاہدات کی پابندی کرنی چاہیے اسلام بھی معاہدات کی پابندی اور پاسداری کا حکم دیتا ہے ارشاد باری تعالی ہے:"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ہیں۔[44](اے ایمان والو! عہد وپیمان پورے کرو۔"ایک دوسری جگہ فرمایا:"وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا۔[45](اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔)"اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنے وعدوں کو پورا کرو قیامت کے دن وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اسی طرح نبی کریم ﷺ نے منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی ہے کہ جب وہ دعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے فرمایا:" و إذا وعد اخلف۔[46](جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔)"

بات سیدھی اور دلائل کی روشنی میں کی جائے

مکالمہ بین المذاہب کے دوران مبالغہ آنگیزی سے پرہیز کیا جائے اور جس مقصد کے لیے مکالمہ کی دعوت دی گئی ہے اس موضوع پر بات کی جائے اسلام بھی اسی بات کی ترغیب دیتا ہے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔[47] (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔)"مکالمہ بین المذاہب کے دوران بات سیدھی صاف اور سچی کرنی چاہیے فضول گفتگو کرکے اپنا اور دوسروں کا وقت برباد نہ کیا جائے اور بات کو دلائل کی روشنی میں کیا جائے قرآن پاک میں بھی اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے :"قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔[48] (ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل تو پیش کرو۔)"یہاں پر اہل کتاب سے بالکل سیدھے الفاظ میں کہا جارہا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو کیونکہ دلائل کی روشنی میں بات صرف سچے ہی کیا کرتے ہیں۔بے بنیاد باتیں کرکے دوسروں کو گمراہ نہ کیا جائے۔

عجلت اور جلد بازی سے اجتناب

اسلام عجلت اور جلد بازی کو پسند نہیں کرتا اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ تبلیغ دین اور مکالمہ کے دوران انتہائی صبر و استقامت کے ساتھ مخاطب و مخالف کی باتوں کو سن کر جواب ارشاد فرماتے۔جلد بازی کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوا:"خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔[49](انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے، میں جلد ہی تمھیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو تم جلدی طلب نہ کرو۔)"اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ

جلد بازی انسان کی فطرت میں شامل ہے لیکن پھر بھی جلد بازی سے منع کیا گیا ہے مکالمہ بین المذاہب کے دوران بھی جلد بازی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اسلام میں جبر و اکراہ کا راستہ نہیں

دینِ اسلام کی عمارت جن عقائد و نظریات پر کھڑی ہے ان تعلق انسان کے دل اور اس کی روح کے ساتھ ہے اس لیے اس کو جبراً کسی پر مسلط نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ انسان خود اس کی حقانیت کا معترف ہو کر اسے قبول نہ کر لے جیسا کہ فرمایا: " لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ڐ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔[50] (دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے، اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔)" اس آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہؒ اسلام پر اُٹھنے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسلام کے دشمنوں نے اسلام پر لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا جو الزام لگا رکھا ہے قرآن نے پہلے ہی اس کا ردّ کر دیا تھا کہ دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دین کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان کا تعلق دل سے اور دل جبر و اکراہ سے سر تسلیم خم کرنا جانتا ہی نہیں۔ نیز اسلام بحیثیت دین، انسان کی باطنی اور قلبی اصلاح اور درستی کرنا چاہتا ہے۔ اگر کسی کے گلے میں آپ جبراً پھندا ڈال دیں تو کیا اس کی روحانی اصلاح ہو جائے گی اور کیا اسلام کا مقصد حاصل ہو جائے گا اور یقیناً نہیں تو پھر ایسے شخص کو مسلمان کرنے میں اسلام کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"[51] اسلام کی اس خوبصورت دعوت کا ذکر قرآن میں ایک جگہ یوں ہوا ہے: "وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔[52] (اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مومن ہی ہو جائیں۔)" اس آیت میں خالق کائنات نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اگر زبردستی ہی مسلمان بنانا ہوتا تو اللہ تعالی روئے زمین پر سب کو مومن ہی بناتا۔ کیونکہ ہر چیز کا اختیار اللہ تعالی کے پاس ہے۔

مکالمہ کے دوران عدل و انصاف سے کام لینا

مکالمہ بین المذاہب کے دوران انصاف کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے بات وہ کی جائے جو حق اور انصاف پر مبنی ہو اسلام بھی انصاف کا حکم دیتا ہے اور تقریباً تمام مذاہب میں عدل و انصاف کو خصوصی اہمیت حاصل ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔[53] (اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے عدل کیا کرو جو

پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔)" اس آیت میں اللہ تعالی نے مومنین کو انصاف کی تلقین کی ہے انصاف کسی معاشرے کو مستحکم اور پرامن بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایاہے کہ کسی قوم کی دشمنی میں اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ کہ انصاف کو چھوڑ دو یعنی اگر کسی سے عداوت بھی ہے تو زندگی کے تمام معاملات میں انصاف کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ امام طبریؒ تحریر کرتے ہیں: "اللہ تعالی مومنین کو اس بات کی ہدایت کرتا ہے کہ ان کے اخلاق اور صفات میں سے ایک صفت عدل وانصاف ہو اور انہیں چاہیے کہ وہ حق بات کریں کریں چاہے ان کے اپنے رشتے داروں کے خلاف ہو جس طرح اللہ تعالی ان کو ڈراتا ہے کہ تم کسی قوم پر ظلم وستم کرکے خواہ مخواہ ان کی دشمنی مول نہ لو اور انہیں تنبیہ کرتا ہے کہ شہادت اور اس کے مثل چیزوں میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔[54]"

جھگڑے اور تعصب سے اجتناب

مکالمہ کی آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ مکالمہ ہر قسم کے تعصب، تنگ نظری اور جھگڑے سے پاک ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں بسام داؤد لکھتا ہے:"بعيداً عن الخصومةاو التّعصُب، بطريقة تعتمد على الولم والعقل۔[55](یعنی مکالمہ کے دوران جھگڑے اور تنگ نظری سے دور رہتے ہوئے اس طریقے پر جس پر علم اور عقل کے ذریعے اعتبار کیا جائے۔)" اسلام تعصب اور تنگ نظری سے پاک مذہب ہے اسی لیے اللہ تعالی نے قرآن پاک میں دوسروں کے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے اور تمام عبادت گاہوں کے احترام کا درس دیا ہے ارشاد باری تعالی ہے: "وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔[56](اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی خدا کو بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔)" اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی دین میں شدت پسندی کو منع کیا ہے کیونکہ تعصب اور شدت پسندی سے مسائل حل ہونے کی بجائے مزید بگڑ جاتے ہیں اور ہر کوئی دوسرے کی بات کو تنگ نظری سے دیکھتے ہوئے غلط تصور کرتا ہے۔

خلاصہ بحث

کسی بھی تحریک کی کامیابی کے لیے اس کے اصول مقرر ہونا ضروری ہے اسی طرح اسلام نے مکالمہ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے اصول بھی مرتب کیے ہیں اور ایسے واضح، پختہ اور اٹل اصول مقرر کیے ہیں جس کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ قرآن پاک اور سنت رسول سے مکالمہ کے نہایت ہی جامع اصول ملتے ہیں قرآن کریم نے مکالمہ کا جو پہلا اصول مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ مکالمہ حکمت اور عمدہ وعظ کے ساتھ کیا جائے اور اگر بحث بھی کرنی ہے تو ایسے طریقے سے کرو جو عمدہ ہو۔ عرض یہ کہ ایسے اصول مرتب کیے ہیں جن سے نہ تو کسی کی دل آزاوی ہوتی ہے نہ کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی ہے لہذا مکالمہ بین المذاہب کی کامیابی کے لیے ان اصولوں پر عمل درآمد ضروری ہے۔

تجاویز و سفارشات

- رسول مکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی قیامِ اَمن کے لیے کی گئی کوششوں سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور اقدامات اِس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نا صرف مسلمانوں کے آپس کے تعلقات میں اَمن و آشتی کے خواہاں تھے بلکہ دیگر اَقوام اور قبائل کے ساتھ بھی اَمن کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔
- نبی مکرم ﷺ کی مصالحانہ کاوشوں اور غیر مسلم اقوام کے ساتھ معاہدوں کے انعقاد سے اِس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں اَمن و سلامتی کا قیام چاہتے تھے۔ جسے اپنوں اور غیروں سب نے یکساں تسلیم کیا ہے۔ اِس مضمون میں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے اِس پہلو کو اُجاگر کیا گیا ہے۔
- ان معاہدات سے ہمیں بین المذاہب رواداری، بین المذاہب مکالمہ کا جواز، دوسروں کے جائز مطالبات کا احترام، اقلیتوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ، سیاسی وحدت کا تصور، غیر مسلموں سے دفاعِ ریاست میں اعانت اور باہمی سفارتی تعلقات کے جواز جیسے اہم ریاستی اُمور میں رہنمائی میسر آتی ہے، جو کہ عصر حاضر میں کسی بھی ریاست کی کامیاب خارجہ پالیسی کا جز ہیں۔
- عصرِ حاضر میں جب کہ دنیا عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے اِن معاہدات سے رہنمائی لے کر ہم دنیا کو اَمن کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔
- تمام مذاہب اور اقوام کو اپنی خارجہ پالیسی میں احترام انسانیت پر مبنی تعلقات کو مقدم رکھ کر پالیسیاں تشکیل دینی ہو گی ۔
- معاہدات دیگر اہل مذاہب کے ذریعہ ممالک آپس میں جنگ و جدال سے گریز کریں ۔

Refrences

[1]Al-Asrā 17:70
[2] Al-Teen 94:4
[3] Al-Imrān 3:19
[4] Fīrūzābādī,Maolvī,Fairooz Al-Lughat,(Karachi: Fīrūz Lemited,2012),P:1274
[5] Wasi Ullah Khukar,Urdu Lughat,(Jahangheer Books),P:1418
[6] Keranvī,Waheed Al-Zaman Qasmī,Al-Qamoos Al-Waheed,(Lahore:Adara Islamiyat,2001),P:388
[7] Ibn-Manzoor Al-Africi ,Lesan Al-Arab,(Bairoot:Dar Ahya Al-Turath1986),V:4,P:217
[8]Al-Insheqāq 84:14

[9] Fīrūzābādī ‘Muḥammad ibn Ya‘qūb,Al-Qamoos Al-Moheet,(Demashq:Wizārat al-Thaqāfah; Dār Sa’d,2000),P:381
[10] Ahmad Ibn Faris,Moajam Maqayees Al-Loghah,(Beirut: Dar Al-kutab Al-Ilmia,2018),V:2,P:115
[11] Kaylānī, Abdul Reḥmān,Mutradfat Al--Qur’ān,(Lahore:Maktabah Al-Salam,2009),P:171
[12] Al-Kahaf 18:34
[13] Al-Kahaf 18:37
[14] Al-Mujadlah 58:1
[15] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: Al- Eman, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000)Hadith:217
[16] Muslim, bin Ḥajjāj al-Qusheirī, al-jāmi‘al-Ṣaḥīḥ , Kitāb: Al- Hajj, (Alr-Riaz: Dār as-Salām, 2000)Hadith:3276
[17]Abrahīm Anees,Al-Muajam Al-Waseet,(Iran:1972),P: 205
[18] Al-Qausi Suleman Ibn Abd Allah,Zawabit Al-Hewar Fi Al- Fiker Al-Islami,(Alr-Riaz,2008),P:13
[19] Ujak Basam Dawood, Al-Hewar Al-Islami Al-Masih, (Dar Qutaibah,1996), P:20
[20] Yusuf Al-Hasan, Al-Hewar Al-Islami Al-Mashie, (Abu Dabi: Manshurat Al- Majma Al-Saqafi,1997), P: 13
[21] Al-Nahal 16:125
[22] Al-Baqarah 2:30
[23] Al-Imr ā n 3:64
[24] Maudoodi, Abu Al- Aela, Tafsīr Tafheem al-Qur’ān,(Lahore: Adrah Tarjuman al-Qur’ān,1984),V: 1,P: 262
[25] Gorse George Benedict, foundation for dialogue between Judaism Christianity and partial fulfilment of the degree of doctor of Islam, a professional project submitted Ministry, School of theology at Claremont (U.S.A) June 1976, P.140
[26] Al-Anfaāl 8:61
[27]Ahsan Ameen Islāhī, Tadabar al-Qur’ān, (Lahore: Faran Foundation, 2010), V:3, P: 123
[28] Al-Taūbah 9:4

[29] Al-Nahal 16:125
[30] Shibli Nomani, Sulaiman Nadvi, Sirat al-Nabi, (Azam Garh India:Darul Musannefin Shibli Academy,1955),V: 4, P: 91
[31] Al-Ankabūt29:46
[32] Al-Nahal 16:125
[33] Hamīm Al-Sajdah 41:34
[34] Al-Nisaā4:163-164

[35] Al-Anaām 6:153

[36] Al-Imrān 3:64

[37] Abū ʿAbdullāh Al-Qurṭubī or Abū ʿAbdullāh Muḥammad ibn Aḥmad ibn Abī Bakr al-Anṣārī al-Qurṭubī, Al-Jami' li Ahkam al-Qur'ān, (Tafsir al-Qurtubi), (Beirut: Dar ahya Al-Turath Al-Arabi, 2006), V: 4, P: 106
[38] Abū al-Fiḍā' 'Imād ad-Dīn Ismā'īl ibn 'Umar ibn Kathīr al-Qurashī al-Damishqī, Tafsīr al-Qurʾān al-ʿaẓīm (Tafsir Ibn Kathir),(Beirut: Adrah Undlas,2006),V:1,P:417
[39] Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad aṭ-Ṭūsiyy al-Ġazzālīy, Ahya-ul-Uloom, (Beirut:Dar Al-Marfah,2019),V:1,P:22
[40] Al-Imrān 3:118
[41] Abu Khuzaimah Ali Murtaza,Taqabil Adyaān,(Lahore: Maktabah Dar-Al-Islah,2017),P:37
[42] Al-Imrān 3:78
[43] Al-Qasas 28:50
[44] Al-Maidah 5:1
[45] Al-Asr ā 17:34
[46]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhār ī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: D ā ar al-Salām, 1998), Ḥadīth no: 2337
[47] Al-Ahzab 33:70
[48] Al-Baqarah 2:111
[49] Al-Anbiya 21:37
[50] Al-Baqarah 2:256
[51] Peer Muhammad Karam Shah, Tafsīr Zia al-Qur'ān, (Lahore: Zia al-Qur'ān Publications,2020), V: 1, P: 179
22 Yunus 10:99
[53] Al-Maidah 5:8
[54] Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Jarīr ibn Yazīd al-Ṭabarī, Jāmiʿ al-bayān ʿan taʾwīl āy al-Qur'an, (Beirut, Dar al-Kutub al-'Ilmiyah, 1997), V:2, P:141
[55] Ujak Basam Dawood, Al-Hewar Al-Islami Al-Masih, (Dar Qutaibah,1996), P:20
[56] Al-Anaam 6:108